غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق سوال اور اس کا جواب

(فرمودہ ۳۰- اپریل ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہد' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:-

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ- اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ- فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ- فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ- فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ- وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ [1]-

اس کے بعد فرمایا:-

آج کل ہماری جماعت میں ایک سوال پیدا ہوا ہے اور وہ یہ کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں- بعض کہتے ہیں کہ پڑھ لینا چاہیئے اور بعض کہتے ہیں نہیں پڑھنا چاہیئے- جو کہتے

ہیں نہیں پڑھنا چاہیئے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیراحمدی کا جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے اور جو کہتے ہیں کہ پڑھنا چاہیئے وہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری پیش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ:-

> "سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں بُرا کہتا اور سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے کوئی ہو ورنہ کوئی ضرورت نہیں" [۲]۔

اس میں چونکہ حضرت صاحب نے اجازت دی ہے تو پھر ہم کون ہیں جو یہ فیصلہ کریں کہ غیراحمدی کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ میرے پاس مختلف جگہوں سے اس کے متعلق خطوط آرہے ہیں کہ ہمیں کیاکرنا چاہیئے آیا ہم غیراحمدی کا جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے درمیان طریقِ فیصلہ کیا ہونا چاہیئے پھر جو طریق قرار پائے اس کے مطابق ہم فیصلہ کرلیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہی فیصلہ درست صحیح اور حق ہے لیکن وہ جس طریق سے ہم تک پہنچا ہے اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ خالی از شُبہات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث اور شریعتِ اسلام کے مسائل کے متعلق کچھ اصول تجویز کئے ہیں کہ کونسی احادیث اور احکام ماننے کے قابل ہیں اور کون سے ردّ کرنے کے قابل۔

آپ نے لکھا ہے کہ اول تو قرآن شریف کو ماننا چاہیئے کیونکہ یہ خدا کی کتاب ہے اورخدا تعالیٰ نے خود اس کی محافظت کا وعدہ کیا ہوا ہے اور پھر اگر کوئی اس میں کچھ ملانے یا کم کرنے کی کوشش کرے تو وہ تباہ وبرباد ہوجاتا ہے۔ چونکہ قرآن شریف میں کمی بیشی کرنے کی کسی کو جرأت نہیں اس لئے اس کو سب سے اول ماننا چاہیئے' یہ باتیں احادیث کے متعلق نہیں مانی جاتیں اس لئے سب سے اول جواحکام ماننے کے قابل ہیں' وہ قرآن شریف ہی کے ہیں۔ پس جب کسی بات کے متعلق قرآن شریف کا فیصلہ مل جائے تو وہ یقینی اور پختہ ہوتی ہے۔

دوم قرآن شریف کے بعد آپ نے سنت کو قرار دیا ہے یعنی ان باتوں کا ماننا جو ہم تک

تعامل سے پہنچی ہیں اور یہ بھی حدیث سے زیادہ معتبر ہیں کیونکہ حدیث صرف قول ہے اور وہ عمل ہے۔ اور پھر قول تو ایک دو تین چار یا کچھ اور زیادہ صحابہ کا بیان کردہ ہوتا ہے اور عمل سارے صحابہ نے کیا ہے۔ مثلاً ظہر کی چار عصر کی چار مغرب کی تین عشاء کی چار اور صبح کی دو رکعتیں فرض کی ہیں۔ اب اگر ہم ان کو مکمل اور پورے طور پر ایک حدیث سے معلوم کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے اور اگر تمام حدیثوں کو لیا جائے تو وہ بھی دس بیس ہی ملیں گی اور تمام صحابہ نے ان کو بیان نہیں کیا ہوگا بلکہ زیادہ سے زیادہ سَو ڈیڑھ سَو صحابہ روایت کرنے والے ہوں گے۔ مگر عمل کرنے میں تو سارے صحابہ مشترک ہوں گے کیونکہ حدیث تو کم بیان کرتے تھے اور ایسا کرنا ان کیلئے کوئی ناروا نہ تھا۔ مگر نمازیں پڑھنا تو ہر ایک کیلئے ضروری اور لازمی تھا اس لئے تمام کے تمام پڑھتے تھے پھر ان کو تابعین نے ایسا کرتے دیکھا پھر ان کو تبع تابعین نے ایسا کرتے دیکھا' پھر ان کو اگلے آنے والوں نے دیکھا اسی طرح ہوتے ہوتے آج جو رکعتیں ہم تک پہنچی ہیں وہ تیس کروڑ انسانوں سے پہنچی ہیں تو سنت یعنی تعامل قرآن سے اُتر کر وہ چیز ہے جو حدیث سے بالا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ حدیث کے چند راوی ہوتے ہیں اس کے مقابلہ میں تعامل کے تمام کے تمام مسلمان شاہد۔ پھر حدیث قول ہے اور بعض اوقات قول کا سمجھنا ہی مشکل ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں بعض وقت غلطی لگ جاتی ہے۔ اصل بات کچھ اور ہوتی ہے لیکن سمجھنے والا کچھ اور سمجھ لیتا ہے۔ تو اول قرآن ہے پھر تعامل اور ان کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ حدیث میں بھی جو متواتر ہوں گی وہ مضبوط اور قوی ہوں گی کیونکہ بہت سے صحابہ ان کے بیان کرنے والے ہوں گے۔ پھر اس سے کم پھر اور کم درجہ حدیثوں کے ہوتے جائیں گے حتّٰی کہ ضعیف اور موضوع بھی حدیثوں کے درجہ ہوں گے۔ ان درجوں کی حدیثوں میں سے جو اعلیٰ درجہ کی حدیثوں کے مقابلہ میں آئیں گی وہ ردّ کردی جائیں گی' جو تعامل کے خلاف آئیں گی وہ بھی ناقابل قبول ہوجائیں گی اور جو قرآن شریف کے مغائر واقع ہوں گی وہ بھی چھوڑنی پڑیں گی۔

سنّت کا حدیث سے بالا درجہ رکھنے کی وجہ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ تعامل کبھی قرآن شریف کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ ہاں حدیثیں قرآن سے ٹکراجائیں تو ٹکراجائیں لیکن تعامل اور قرآن میں کبھی اختلاف واقعہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ حدیث اور تعامل یا حدیث اور قرآن میں جو اختلاف

ہوتا ہے وہ حدیث کے بیان کرنے والے کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ تعامل اور قرآن میں کہیں اختلاف نہیں ہوتا۔ اب یہ ثابت ہوا کہ کوئی حدیث تعامل کے مطابق ہوتی ہے اور کوئی تعامل کے خلاف۔ اسی طرح کوئی حدیث قرآن کے مطابق ہوتی ہے اور کوئی خلاف۔ اس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اصل قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی حدیث قرآن اور تعامل کے خلاف ہو تو وہ رد کردینے کے قابل ہے اور اگر موافق ہو تو مان لینی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود کے اس اصل کے مقرر کرنے سے بعض لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ آپ نے حدیثوں کو رد کردیا ہے اس لئے انہوں نے امام بخاری اور امام مسلم کو برا بھلا کہنا شروع کردیا جس کی آپ کو تردید کرنی پڑی۔ اور آپ نے بتایا کہ ہم نے حدیثوں کو ہرگز ردّ نہیں کیا بلکہ درجے قائم کئے ہیں۔ جب وہ درجے آپس میں ٹکراجائیں تو نچلے درجہ کی باتوں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور یہی حق اور درست بات بھی ہے مثلاً خداتعالیٰ کے مقابلہ میں' آنحضرت ﷺ کے صاف اور صریح حکم کے مقابلہ میں اور اللہ تعالیٰ کے ماموروں کے حکم کے مقابلہ میں اگر ماں باپ کا حکم آجائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قبول نہیں کرنا چاہیئے اور ماں باپ کا حکم نہیں ماننا چاہیئے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس طرح ماں باپ کے تمام احکام ردّی اور ناقابلِ عمل ہوگئے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ؎ - اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ماں باپ کو اُف بھی نہ کہنا چاہیئے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ میں کفار سے جب لڑائی ہوتی ہے تو بیٹا باپ کو بے دریغ قتل کرسکتا ہے۔ توریت میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے طُور پر جانے کے بعد جب بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی تو ان کیلئے حکم ہوا کہ ہر قریبی رشتہ دار اپنے قریبی رشتہ دار کو مارے۔ یعنی باپ بیٹے کو' بیٹا باپ کو' بھائی بھائی کو۔ اب اس جگہ یہی حکم درست اور صحیح تھا جو اس کے خلاف کرتا وہ گناہ گار ہوتا۔ پس مقابلہ اور چیز ہے اور صداقت اور چیز۔ ایک حکم اور ایک صداقت اپنے اپنے رنگ اور حدود کے اندر اہمیت رکھتی ہے لیکن جب وہ اپنے سے بڑے حکم اور اعلیٰ صداقت کے مقابلہ پر آجائے تو کچھ بھی نہیں رہتی۔ مثلاً ایک تحصیلدار اپنی تحصیل میں کچھ اختیارات رکھتا ہے اور ان کے مطابق وہ جو حکم اپنے ماتحتوں کو دیتا ہے وہ ان کیلئے بجالانا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن جب

تحصیلدار کے مقابلہ میں ڈپٹی کمشنر کوئی حکم دے تو اس کا حکم منسوخ ہوجاتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اب تحصیلدار کے تمام حکم ردی ہوگئے ہیں بلکہ یہ کہ ڈپٹی کمشنر کے مقابلہ میں اس کا حکم ردّی ہوگیا ہے۔ پس اسی طرح حدیثوں کا معاملہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ انسان تھے اور انسان انسان ہی ہوتا ہے اور خدا خدا ہی لیکن آپ جو کچھ بھی فرماتے تھے وہ خداتعالیٰ کے حکم سے ہی فرماتے تھے اس لئے اگر یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں حکم آپ کا صحیح قول ہے تو ہم اس کو ہرگز ردّ نہیں کرتے لیکن اگر کوئی حدیث ہم چھوڑتے ہیں تو اس لئے چھوڑتے ہیں کہ اس کے صحیح ہونے کا ثبوت نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ واقعہ میں آپ نے اس طرح فرمایا بھی ہے یا نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائری اور آپ کے تعامل کا مقابلہ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائریاں ہیں یہ بھی ہمارے لئے قابلِ قبول' قابلِ عزت اور حقیقت میں ہمارے ماننے کیلئے ضروری ہیں لیکن آپ کے تعامل کے مقابلہ میں آپ کی کسی ڈائری کا وہی درجہ ہوگا جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کا آنحضرتؐ کے تعامل کے مقابلہ میں ہے۔ پس اگر کوئی بات ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی کتاب میں ملتی ہے یا جس بات پر آپ خود عامل ہوں تو وہ سچائی کے یقینی درجے تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو ڈائری آجائے وہ اگر اس کے مطابق نہ کی جاسکے تو رد کرنے کے قابل ہوگی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے مقابلہ میں اگر کوئی حدیث آتی ہے تو وہ بھی تشریح کے قابل ہے اگر وہ صحیح حدیث ہے تو ضرور اس میں اور مسیح موعود کے قول میں مطابقت ہوگی اور اگر مطابقت ممکن نہیں تو پھر اس کی صحت میں ضرور کوئی نقص ہوگا اور رد کرنے کے قابل ہوگی اور یہ اس لئے نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کوئی نئی شریعت لائے تھے بلکہ اس لئے کہ چونکہ آپ قرآن شریف کی غلط تفسیروں اور لوگوں کے غلط اعمال کی اصلاح کرنے کیلئے آئے تھے۔ اس لئے ہم آپ کے تعامل اور قول کو رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے مطابق کہ وہ حکمًا وعدلاً ہوگا اور قرآن شریف کے اس ارشاد کے مطابق کہ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ [۲] قرآن کریم کی سچی تفسیر اور آنحضرت ﷺ کے صحیح اقوال کو ثابت کرنے والے یقین کریں گے۔ اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے کبھی خلاف نہ کریں گے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے

ایک بادشاہ رعایا کو کہے کہ فلاں شخص نے میری بات کو اچھی طرح اور صحیح معنوں میں سمجھ لیا ہے وہ جو کچھ تمہیں کہے اسے مان لو تو اس کی بات لوگ اس لئے نہیں مانیں گے کہ وہ کہتا ہے بلکہ اس لئے کہ چونکہ بادشاہ نے کہا ہے کہ اس کی بات کو مان لو اس لئے مانتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کہنے کو ہم اس لئے نہیں مانتے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے تھے بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ میرے احکام کی سچی تفسیر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اور عدل ہے اس لئے مانتے ہیں۔

اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس ڈائری کو لیتے ہیں اور آپ کے تعامل کو دیکھتے ہیں ان کا آپس میں مقابلہ ہوگا۔ اب اگر غیراحمدی کا جنازہ پڑھنے کے متعلق جو اس ڈائری میں لکھا ہے۔ قرآن شریف کا کوئی حکم نہ ہو اور حضرت مسیح موعود کا کوئی عمل نہ ہو تو ہمیں اسے رد نہیں کرنا چاہیئے لیکن اگر قرآن شریف کا فیصلہ اور حضرت مسیح موعود کا عمل اس کے خلاف ہو تو وہ رد ہو جائیں گی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ڈائری اس لئے ردّ نہیں ہوگی کہ آپ کی ڈائری کی ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارے سلسلہ کا بہت بڑا حصہ باطل ہو جاتا ہے جیسے تمام حدیثوں کے رد کر دینے سے اسلام کا بہت بڑا حصہ باطل ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی حضرت صاحب کی ڈائریوں کو چھوڑ دینے سے احمدیت کا بڑا حصہ اندھیرے میں ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم کسی ڈائری کو نہیں مانتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈائری لکھنے والے کو غلطی لگ گئی ہے اور اس نے بات کو غلط سمجھا ہے اور ایسا ہونا کوئی ناممکن بات نہیں بلکہ ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ بات کو سمجھنے میں غلطی کھانے کی ایک تازہ مثال ہی دیکھ لو۔ اخبار الفضل میں جو درس چھپ رہا ہے اس میں میری طرف وہ بات منسوب کی گئی ہے جو مَیں نے بالکل نہیں کہی۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ "مَنْ کو توریت میں بٹیر لکھا اور سلویٰ کو کُھمبیاں لکھا ہے"۔ حالانکہ نہ من کو بٹیر کہتے ہیں اور نہ سلویٰ کو کُھمبیاں۔ اور نہ ہی یہ توریت میں لکھا ہے من اور سلویٰ کے معنے لکھنے میں تو لغت کی غلطی کی ہے اور حدیث کی بجائے توریت لکھ دیا ہے جو سمجھنے میں غلطی کھانے کی وجہ سے بات کو اُلٹ دیا گیا ہے۔ لیکن اب اس غلطی کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تمام درس ہی قابل اعتبار نہیں رہا اور اس میں میری کوئی بھی بات نہیں ہے بلکہ یہ غلطی درس لکھنے والے سے ہوئی ہے کہ یا تو اس نے جو درس کے نوٹ لکھے ہیں وہ بعد میں پڑھے نہیں گئے یا اس نے میری بات کو

سمجھا ہی غلط ہے۔ پس بعض دفعہ بات سمجھنے والے سے غلطی ہو جاتی ہے لیکن اس غلطی لگنے کو ایسا وسیع نہیں کیا جاسکتا کہ ہر بات کیلئے کہہ دیں کہ لکھنے والے نے غلط سمجھا اور غلط لکھا ہے۔ ہاں جب کوئی بات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عمل کے خلاف ہوگی تب کہیں گے کہ لکھنے والے کی غلطی سے اس طرح لکھی گئی ہے۔

اب ہم غیر احمدی کے جنازہ کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کے متعلق قرآن شریف اور حضرت صاحب کا تعامل کیا بتاتا ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے، ان کو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ جائز بات ہے اور جائز بھی ایسی جو شفقت علی الناس سے تعلق رکھتی ہے تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا تعامل بھی اس کی تصدیق کرے کیونکہ ایک بات ایسی ہوتی ہے جو جائز ہوتی ہے لیکن لوگوں کے ساتھ شفقت کرنے کا اس میں کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کیلئے لٹھے کی قمیض پہننا جائز ہے اور اگر وہ ململ کی قمیض پہنے تو یہ بھی اس کیلئے جائز ہے لیکن اس میں کسی پر کوئی شفقت نہیں پائی جاتی۔ لیکن جنازہ پڑھنا اس قسم کا جائز ہے کہ اس میں دوسرے پر شفقت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ یہ دوسرے پر رحم کرنا اور اس کیلئے رحم کی دعا مانگنا ہے۔ انبیاء تو بڑے رحیم و کریم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۵۔ تو ہر ایک وہ جائز بات جو شفقت علی الناس سے تعلق رکھتی ہے وہ انبیاء کیلئے بہت ضروری ہوتی ہے کیونکہ وہ آتے ہی اسی لئے ہیں کہ دنیا سے محبت و پیار اور اُلفت اُٹھ جاتی ہے وہ آکر اسے لوگوں میں پیدا کرتے ہیں۔ دشمنوں کو دوست، بیگانوں کو یگانے اور پرایوں کو اپنے بناتے ہیں اور یہ انبیاء کیلئے ضروری بات ہوتی ہے۔ پس اگر غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہوتا اور ڈائری لکھنے والے نے آپ کی بات کو ٹھیک اور درست سمجھا ہوتا تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح موعود کے تعامل سے بھی یہ بات ثابت ہوتی۔ یعنی کبھی غیر احمدی مَرے ہوں اور حضرت صاحب ان کا جنازہ پڑھنے کیلئے گئے ہوں۔ اچھا یہ تو نہ سہی کہ حضرت صاحب کسی کا جنازہ پڑھنے کیلئے گئے ہوں لیکن بعض جگہیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ وہاں تو ضرور شفقت اور رحم کو کام میں لانا پڑتا ہے۔ آؤ ہم ایسی جگہوں کو بھی دیکھیں کہ حضرت صاحب نے کسی کا جنازہ پڑھا ہے یا نہیں۔ ایسے قریبی رشتہ دار باپ بھائی اور بیٹا وغیرہ ہوتے ہیں۔ آپ کے بھائی باپ تو آپ کے دعویٰ سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے ہاں بیٹا آپ کی زندگی میں فوت ہوا ہے فضل احمد اس کا نام تھا۔ اس کی

وفات پر مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر صحن میں ٹہلتے ہوئے فرماتے تھے کہ اس کو ہم سے بہت محبت تھی، اس نے کبھی ہماری مخالفت نہیں کی تھی، بیماری میں ہماری خدمت کیا کرتا تھا مگر چونکہ وہ غیر احمدی تھا اس لئے حضرت مسیح موعود نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ مَیں نے پہلے ہی بتایا ہے کہ شفقت علی الناس تو نبی پر فرض ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک خادم مسجد فوت ہوگیا تو لوگوں نے یونہی اسے دفن کردیا کہ رسول اللہ کو اس کے جنازہ کی کیا خبر کرنی ہے۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو بڑے ناراض ہوئے کہ کیوں مجھے خبر نہیں دی گئی ۶؎ ۔ تو جنازہ پڑھنا چونکہ شفقت علی الناس سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہوتا تو حضرت صاحب اپنے اس بیٹے کا ضرور جنازہ پڑھتے جس کی نسبت آپ نے فرمایا تھا کہ اس نے کبھی ہماری مخالفت نہیں کی تھی۔ بہت سے لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ ابتداء میں جب حضرت صاحب نے دعویٰ کیا ہے اور آپ پر پے درپے بیماری کے دورے ہوئے ہیں تو فضل احمد آپ کی بڑی خدمت کرتا رہتا تھا۔ پھر یہاں تک آپ کا فرمانبردار تھا کہ احمد بیگ والی پیشگوئی کے وقت جب حضرت مسیح موعود نے اسے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو کیونکہ وہ ان سے تعلق رکھتی ہے تو اس نے طلاق لکھ کر حضرت صاحب کے پاس بھیج دی کہ اگر وہ آپ کے حکم پر عمل نہ کرے تو آپ اسے یہ طلاق نامہ بھیج دیں۔ تو حضرت صاحب سے اس کا تعلق بھی ایسا تعلق تھا کہ بڑے بڑے معاملات میں بھی اطاعت کرتا تھا یہ تو اس کا تعلق تھا۔ مگر باوجود اس کے جب وہ فوت ہوتا ہے تو آپ اس کے جنازہ پر نہیں جاتے اور نہ ہی کسی احمدی کو جانے کیلئے فرماتے ہیں یہ تو آپ کا ایسے قریبی رشتہ دار سے اس شفقت کا سلوک تھا۔ پھر سرسید احمد خان کو کون نہیں جانتا کہ وہ مُکَفِّر مولویوں کا سب سے بڑا دشمن تھا اور وہ تو عیسائیوں تک کو کافر کہنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کو تو اس نے یہاں تک کہلا بھیجا تھا کہ آپ پیر بنیں اور میں مرید بنتا ہوں اور ہم حیدر آباد چلتے ہیں وہاں سے جس قدر روپے ملیں گے ان میں سے تین حصے آپ کے اور ایک حصہ کالج کا ہوگا۔ لیکن جب وہ فوت ہوا تو لاہور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خط آیا کہ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس کا جنازہ پڑھے تاکہ یہ پتہ لگے کہ ہم صلح کُل ہیں۔ اس خط کے جواب میں مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک خط لکھا تھا جو اَب ملا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ (حضرت مسیح موعود) متوفّٰی کی خبر سن کر خاموش رہے۔

ہماری لاہوری جماعت نے متّفقاً زور شور سے عرضداشت بھیجی کہ وہاں جنازہ پڑھا جائے اور پھر نوٹس دیا جائے کہ سب لوگ جماعت کے ہر شہر میں اسی طریق پر جنازہ پڑھیں اور اس سے نوجوانوں کو یقین ہو گا کہ ہمارا فرقہ صلح کل فرقہ ہے۔ اس پر حضرت صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا۔

"اور لوگ نِفاق سے کوئی کارروائی کریں تو بچ بھی جائیں مگر ہم پر تو ضرور غضب الٰہی نازل ہو" ۷؎ -

پس اس روایت کے مقابلہ میں یہ روایت پیش ہوگئی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود کے عمل کے مقابلہ میں عمل کوئی نہیں پیش کیا جاسکتا۔ پھر جو یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کو کہا کہ میری والدہ مرگئی ہے اس کا جنازہ پڑھا جائے تو آپ نے کہا کہ پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے غیراحمدی کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سوال سے یہ کہاں معلوم ہوتا ہے کہ آیا اس نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ میری والدہ احمدی ہے یا نہیں۔ جب اس نے یہ بتایا ہی نہیں تو پھر یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ غیراحمدی کے جنازہ کی آپ نے اجازت دے دی۔ اور یہ کہنا کہ اس شخص نے چونکہ دو سال پہلے اپنی ماں کے احمدی ہونے کیلئے دعا کروائی تھی اس لئے ثابت ہوا کہ آپ کو اس کے غیراحمدی ہونے کی خبر تھی۔ یہ بھی بہت ہی فضول بات ہے کیونکہ آپ ایسی باتوں کو کہاں یاد رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی یہاں آیا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اس کو کہا کہ آؤ مَیں تمہیں حضرت صاحب سے مِلادوں اس نے کہا مجھے حضرت صاحب جانتے ہیں' مَیں خود مِل لوں گا۔ وہ جاکر دو گھنٹے تک دباتا رہا لیکن آپ نے اس کو نہ پہچانا۔ تو انبیاء لغو اور بے فائدہ باتوں کو کہاں یاد رکھتے ہیں۔ وہ تو اس بات کو یاد رکھتے ہیں جس کیلئے وہ آتے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض دفعہ ایسے ایسے حوالے نکال لیتے تھے کہ بڑے بڑے مولوی حیران رہ جاتے تھے۔

پھر ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں ابھی مَیں نے جو آیتیں پڑھی ہیں ان میں یہی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق لوگ جو تمہارے ساتھ مل کر کام نہیں کرتے' جہاد میں نہیں جاتے اللہ کے راستے میں مال خرچ نہیں کرتے اور مسلمانوں سے ٹھٹھے کرتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے باوجود ان کے ظاہرہ طور پر مسلمان ہونے کے رسول کریمؐ کو فرمایا

کہ اگر تُو ان کیلئے توبہ استغفار کرے یا نہ کرے اور اگر تُو ستر بار بھی ان کیلئے توبہ استغفار کرے تو بھی ہرگز قبول نہ کی جائے گی کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے اور اللہ فاسقوں کے گروہ کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ انہی کا ذکر کرتے ہوئے خداتعالیٰ آگے فرماتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھنا اور ان کی قبر پر کھڑے نہیں ہونا۔ کیونکہ قبر پر کھڑے ہونے سے بھی دعا کی تحریک ہوجاتی ہے۔ تو یہ کافروں کے متعلق خداتعالیٰ کا حکم نہیں بلکہ ان کیلئے جو ایمان لے آئے تھے لیکن دراصل منافق تھے۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ان کیلئے استغفار کریں ان کا جنازہ پڑھیں لیکن خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کیلئے جو استغفار کی جائے گی وہ اگر ستّر بار بھی کی جائے تو بھی قبول نہ ہوسکے گی اور تم ان کا جنازہ نہ پڑھنا اور نہ قبر پر جانا۔ یعنی ان مواقع پر بھی ان کیلئے رحم کی دُعا نہ کرنا۔ اس منع کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ۔ ان کیلئے زندگی میں دعا کرنی جائز تھی مگر انہوں نے چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانا اور اسی حالت میں یہ مرگئے ہیں اس لئے ان کیلئے توبہ اور رحم کی دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ جب کسی کا جنازہ نہ پڑھنے اور اس کیلئے رحم کی دعا کرنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس نے خدا اور اس کے رسول کی باتوں کا انکار کیا ہے تو کیا وہ لوگ جو ابتداء میں خدا اور رسول کا انکار کرتے ہیں ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور ان کیلئے بھی دُعاء رحم نہ کرنی چاہیئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وجہ ان کے جنازہ نہ پڑھنے اور ان کیلئے دعا نہ مانگنے کی نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ تو اسی حالت میں مر بھی گئے ہیں اس لئے ان کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہوگیا ہے۔ اب یہ سوال ہوتا ہے کہ موت کی وجہ سے کیوں جنازہ ناجائز؟

اس کا جواب خداتعالیٰ نے دوسری جگہ قرآن میں دیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۸؎ - کہ وہ لوگ جو ہماری محبت میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ضرور ان کو ہدایت دے دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص واقعہ میں اخلاص رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ضرور ضرور اسے ہدایت دے دیتے ہیں۔ وہ جو ایسی حالت میں مرجاتا ہے اور اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی' اس لئے ثابت ہوا کہ اس کی نسبت جو یہ خیال تھا کہ یہ آدمی نیک اور اچھا ہے غلط خیال تھا کیونکہ اگر وہ اچھا ہوتا تو ضرور تھا کہ ہدایت پاجاتا۔ اللہ تعالیٰ ظالم

نہیں ہے اور نہ وہ کسی پر ظلم کرتا ہے۔ پس اگر وہ واقعہ میں اخلاص رکھتا ہوتا تو ضرور تھا کہ اللہ اس کو اپنے مامور کے پہچاننے کی توفیق دیتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فاسق کا لفظ رکھا ہے تا کہ کوئی یہ کہے کہ یہ تو کافروں کے متعلق آیا ہے اور کَفَرُوْا بِاللّٰہِ کے یہ معنے ہیں کہ خدا کی باتوں کو نہ ماننا۔ پس ایسے لوگ جو گو بظاہر اسلام رکھتے مگر دراصل اللہ اور رسول کے حکم نہیں مانتے تھے اور اسی حالت میں مرگئے ان کا جنازہ جائز نہیں ہے۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کا عمل اور یہ ڈائری اور قرآن شریف کے اس حکم کے ہوتے ہوئے ہم کبھی یہ نہیں مان سکتے کہ غیراحمدی کا جنازہ جائز ہے۔ حق یہی ہے کہ کوئی اسے قبول کرے یا نہ کرے مَیں تو ایک منٹ کیلئے بھی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ کوئی انسان حق اور صداقت کی تلاش کرتا ہو اور پھر خدا اسے ہدایت نہ دے۔ خداتعالیٰ ضرور ہدایت دے دیتا ہے بشرطیکہ کسی میں اخلاص اور صدق پایا جاتا ہو۔ یہاں ایک شخص تھا جو بہت زیادہ شراب پیا کرتا تھا حتّٰی کہ شراب کی وجہ سے ہی سخت بیمار ہوگیا تھا۔ پھر بہت بُرے لوگوں سے اس کا تعلق اور صحبت تھی اس کی نسبت کسی کو وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کو ہدایت ہوگی۔ مگر ایک دن اسے خواب آئی کہ ساری دنیا پر اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور صرف حضرت مسیح موعودؑ کی چارپائی کے نیچے نور ہے اور مَیں اس کے نیچے گھس گیا ہوں۔ اس کے بعد اس نے آکر آپ کی بیعت کرلی۔ بیعت کے چند ہی دن کے بعد مرگیا۔

پس نیک اور مخلص آدمی کتنا ہی بدصحبت اور گند میں ڈوب گیا ہو اور غلط فہمی سے بڑی سخت مخالفت بھی کرتا ہو لیکن خداتعالیٰ ضرور ہی اس کو ہدایت دے دیتا ہے۔ اور اگر اللہ کسی کو ہدایت نہیں دیتا تو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ وہ جَاھَدُوْا فِیْنَا میں شامل نہیں ہے' اس لئے اس کا جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسی جگہ مرجائے جہاں ہماری تبلیغ نہیں پہنچی اس کے جنازہ کے متعلق یہ ہے کہ ایسی جگہ ہم جنازہ پڑھنے کیلئے کہاں موجود ہوں گے کیونکہ اگر ہوتے تو کیا تبلیغِ احمدیت نہ کرتے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کسی ایسی جگہ جہاں تبلیغ نہ پہنچی کوئی مرا ہوا ہو اور اس کے مرچکنے کے بعد وہاں کوئی احمدی پہنچے تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے۔ اس کے متعلق یہ ہے کہ ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے کہ خداتعالیٰ کے نبی اور رسول کی پہچان اسے نصیب نہیں ہوئی' اس لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھیں گے اور اگر وہ شخص خدا کے نزدیک بخشش کا مستحق ہے تو ہمارے جنازہ

پڑھنے کے بغیر ہی خدا اسے بخش دے گا- اور اگر وہ بخشش کے لائق نہیں تو ہمارے جنازہ پڑھنے سے بھی نہیں بخشا جائے گا-

پس جہاں ہم ہیں وہاں احمدیت کی تبلیغ ہوگی اس لئے کسی کے جنازہ کے متعلق صاف بات ہے اور جہاں ہم نہیں ہیں وہاں ہمیں جنازہ پڑھنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی- خداتعالیٰ ہماری جماعت کو سچی سمجھ دے اور ہماری زندگی اس کی عین فرمانبرداری اور اطاعت میں ہو- ہم اس کے احکام کو اچھی طرح بجالانے والے ہوں اوراس کی رضا کی راہوں پر چلیں-

(الفضل ۶- مئی ۱۹۱۵ء)

۱؎ التوبۃ:۷۹ تا ۸۴

۲؎ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۰۷

۳؎ بنیٓ اسرآءیل:۲۴ ۴؎ الجمعۃ:۴ ۵؎ القلم:۵

۶؎ صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی القبر و بخاری کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی القبر بعدما یُدفن-

۷؎ الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۱۵ء صفحہ آخر

۸؎ العنکبوت:۷۰